ہماری زبان

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنہ — چندہ سالانہ دو روپیہ

جلد ۸	یکم جنوری سنہ ۱۹۵۰ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۱۰ ربیع الاول ۱۳۶۹ ہجری	نمبر ۱

کچھ اپنی باتیں

ہماری زبان

ہندوستان کی تقسیم کے بعد اب انجمن ترقی اردو (ہند) کا نیا دور شروع ہوتا ہے ۔ ہمیں اپنے کام کا ایک نیا نقشہ اس طرح بنانا ہے کہ وہ ملک کی عوامی زندگی کے نقشہ میں سما سکے۔ اور پرانی قدروں کے بجائے اب جو نیا زمانہ نئے تقاضے اپنے ساتھ لایا ہے اُن کو نظر انداز کرکے کوئی کام کرنا دریا کے دھارے کے خلاف کشتی چلانا ہے ۔ دہلی کے ہنگامے کے بعد کچھ روز انجمن معطل رہی لیکن جب سنہ ۴۸ء میں انجمن کے ڈایرکٹروں نے اپنے ایک جلسہ میں یہ بات طے کی کہ آنے والے زمانہ میں اس انجمن کا کام صرف ہندوستان ہی تک محدود رہے اور انجمن کے فاضل سکرٹری ڈاکٹر عبدالحق نے بھی اس تجویز پر اپنی رضامندی ظاہر کردی تو فوراً ہی ضروری معلوم ہوا کہ نہ صرف انجمن کے بورڈ آف ڈایرکٹرس میں اُن اصحاب کی جگہ جو پاکستان چلے گئے تھے دوسرے اصحاب کا انتخاب کرلیا

جائے بلکہ کام کے قدیم اصولوں پر بھی جہاں تک ضرورت ہو نظر ثانی کی جائے۔

اس عرصہ میں انجمن کے صدر سر تیج بہادر سپرو کا انتقال ہوچکا تھا۔ اُن کی جگہ انجمن کے ڈایرکٹروں نے مسلم یونیورسٹی کے وایس چانسلر اور جامعہ ملیہ کے شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کو صدر منتخب کیا اور انہیں پورا اختیار دیا کہ وہ زبان کے کسی خادم کو انجمن کے کام کی سربراہی کے لئے نامزد کردیں ۔ اس طرح انجمن کے اس نئے جنم کی ذمہ داریاں مجھہ پر عاید ہوئیں۔ ڈایرکٹروں کی پوری فہرست اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ پیش کی جاتی ہے ۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اب انجمن کے ڈایرکٹروں میں زبان کے متعلق ہر مکتب خیال کے نمایندے موجود ہیں اور ایسے اصحاب بھی اب اس مجلس میں شریک ہیں جو زبان کے متعلق ترقی پسند رجحانات رکھتے ہیں ۔ انجمن کے نئے قواعد میں ڈایرکٹروں کی تعداد میں کچھہ اور اضافہ کیا گیا ہے اور اُمید ہے کہ زبان کے مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والی کوئی جماعت بھی ایسی نہ رہیگی جس کے خیالات کا نمایندہ ہماری مجلس میں نہ ہو۔

اخبار ,,ہماری زبان'' کم و بیش ۸ سال تک زبان کے متعلق انجمن کی تحریکوں کا کارندہ بنا رہا مگر دہلی کے ہنگامہ کے بعد سے وہ چند روز بند رہا۔ اب انجمن کی طرح اُس کا بھی ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ ,,ہماری زبان'' کا مقصد وہی ہے جو پہلے تھا، یعنی ملک کی مشترکہ زبان کے متعلق انجمن کے مقاصد کا پرچار اور اس تحریک کے لئے زیادہ سے زیادہ میدان پیدا کرنا اور عوام میں اس زبان کو زیادہ سے زیادہ مقبول بنانا۔ یہہ اخبار نہ پہلے کوئی سیاسی اخبار تھا اور نہ اب آیندہ سیاسی بحثوں اور جھگڑوں سے کوئی سروکار ہوگا۔ زبان کے معاملہ میں بھی اُس کا اصول یہہ ہوگا کہ وہ زبان کی ترقی کے راستے اور طریقے بتائے مگر اُردو، ہندوستانی اور ہندی کے درمیان تنگ نظری رقابت اور تعصب پیدا نہ ہونے دے۔ ہم تو یہہ سمجھتے ہیں کہ زبان کے مسئلہ کو فرقہ واری نظر سے دیکھنا زبان کے ساتھ دشمنی کرنا ہے اور اُس کے مخالفوں کی طاقت میں اضافہ کرنا ہے۔ اُردو زبان کی عوامی صورت ہمیشہ ملک کی مشترکہ زبان رہی ہے اور ہمیشہ رہیگی۔ وہ کبھی بھی تنہا کسی ایک فرقہ کی زبان نہ تھی اور نہ آج ہے۔ آج تک بہت سے وہ لوگ بھی جو سنسکرت کو ملک کی قومی زبان بنانا چاہتے ہیں، جب بولتے ہیں تو سوائے اس زبان کے اور کوئی زبان نہیں بول سکتے۔

ہندی زبان کو ملک کی ,,سرکاری'' زبان بنانے کا فیصلہ جس قدر مایوس کن ہے اُسی قدر وہ کوششیں بھی مایوس کن ہیں جو ہندی کو سنسکرت کے سانچہ میں ڈھالنے کی آجکل جاری ہیں۔ ہم تو یہہ سمجھتے ہیں کہ جسطرح اُردو کو عربی کے سانچہ میں ڈھالنا اُسے عوام کو بیگانہ کردیگا اسیطرح ,,ہندی'' کو سنسکرت کے قالب میں ڈھالنے کا نتیجہ بھی سوائے اس کے کچھہ نہیں ہوسکتا۔ دونوں صورتوں میں نقصان عوام کا ہے۔ یہہ بات خوب یاد رکھنی چاہئی کہ ,,ہندی'' صرف ,,سرکاری'' زبان مانی گئی ہے مگر قومی زبان تسلیم نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے قومی زبان کے انتخاب کا میدان ابھی تک کھلا ہوا ہے اور وہی زبان قومی زبان بن سکیگی جو عوام کی زندگی میں گھل مل جائے۔ سرکاری زبان کے متعلق کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کا رزولیوشن بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل سے ہم کبھی دوسری اشاعت میں کرینگے۔ اتنا تو معلوم ہے کہ زبان کے مسئلہ میں انتہا پسند اصحاب کو اس رزولیوشن سے ذرا بھی اطمینان حاصل نہیں ہوا ہے اور اُردو (اپنی علمی اور ادبی صورت میں) تسلیم کردہ زبانوں کی فہرست میں موجود ہے اور اس طرح اوس کی حفاظت اور امداد کرنا حکومت کا فرض ہو جاتا ہے۔

ہم نے صرف چند لفظوں میں زبان کے سوال کا ایک خاکہ پیش کر دیا ہے۔ اب انجمن کے ڈایرکٹر ہی زبان کی خدمت اور حفاظت کے مناسب طریقوں کا فیصلہ کرینگے اور ہمیں یقین ہے کہ اُن کے فیصلے انجمن اور ملک کی ضرورتوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہونگے۔

چونکہ اُردو کے بہت سے ہمدرد اور انجمن کے حامی ہم سے دریافت کر رہے ہیں کہ انجمن کی موجود تنظیم کے وسایل کیا ہیں اس لئے ہم چند لفظوں میں انجمن کے موجودہ حالات بھی بتا دینا چاہتے ہیں۔ انجمن کے قیمتی کتب خانہ کا بڑا حصہ محفوظ ہے۔ دہلی کے ہنگامہ میں وزیر تعلیم حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی دور اندیشی نے بر وقت کتب خانہ پر سرکاری پہرہ قایم کرا دیا اور اس طرح وہ لٹیروں کی لوٹ سے محفوظ رہا۔ اس وقت تک وہ ڈپٹی کمشنر دہلی کی حفاظت میں تھا اور اب میں نے اُس کو دہلی سے علیگڈہ منتقل کر لیا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھہ کتابیں ضایع ہوئی ہوں، لیکن اوس ذخیرہ کا بڑا حصہ محفوظ رہا جس میں مخطوطات بھی شامل ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے انجمن کا سرمایہ بھی بنکوں میں محفوظ ہے۔ حکومت ہند نے چالیس ہزار روپیہ کی سالانہ امداد تین سال کے

لئے منظور فرمائی ہے اور امید ہے کہ حیدرآباد کی امداد بھی از سر نو جاری ہو جائیگی - پھر بھی بدلے ہوئے حالات میں جو کام ہمارے سامنے ہے اوس کے لئے سرمایہ ناکافی ہے اور اس لئے ہمیں دوسرے وسایل بھی تلاش کرنے ہونگے - اس معاملہ میں عوام کی مدد ہمارے لئے ضروری ہے - ہم بڑی بڑی رقموں کے چندوں سے زیادہ مفید چھوٹی چھوٹی رقموں کو سمجھتے ہیں جن کے ساتھ ہمیں عوام کی ہمدردی بھی حاصل ہوتی ہے جو بڑی ہی قیمتی چیز ہے - ملک کی دوسری لکھاوٹوں میں بھی ہماری زبان اور انجمن کی بعض کتابوں کا چھاپنا اسی لئے ضروری ہے تاکہ ہماری آواز اُن لوگوں تک پہنچ سکے جو ہماری زبان کو بولتے ہیں لیکن پڑھ نہیں سکتے - اب تو ہمیں ملک کے ہر گوشہ میں اپنا پیام پہنچانا ہے -

جو لوگ ہماری زبان کے صفحات پر اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہیں اُن سے ہم عرض کرینگے - کہ جہاں تک ممکن ہو سادہ اور آسان زبان لکھیں تاکہ اُن کی آواز زیادہ تعداد تک پہنچ سکے اور اُن کا قلم عوامی زبان کی پرورش میں مدد کر سکے -

ہماری زبان کا چندہ (صرف دو روپیہ سالانہ) اوس کے معمولی اخراجات کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتا سوائے اس صورت کے کہ خریداروں کی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوتا رہے اور اُس کے اشتہاروں کے ذریعہ سے انجمن کی کتابیں زیادہ تعداد میں فروخت ہو سکیں - جہاں تک ہمارے ابتدائی کاموں کی دشواریوں اور سرمایہ کی کمی کا تعلق ہے' یہہ بات ہمارے کہنے کی نہیں ہے کہ اُردو اور ہندوستانی بولنے اور لکھنے والے جن کی تعداد ملک میں کڑوڑوں ہے ہماری کیا اور کسطرح مدد کریں - یہہ تو خود اون کے سوچنے کی بات ہے -

(محمد عبدالغفار)

کچھ دوسروں کی باتیں

سرکاری زبان کا فیصلہ اور اردو کی حیثیت

کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی نے ہندوستان کا نیا آئین تجویز اور منظور کر لیا ہے اور ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۴۹ع کو یہہ فیصلہ بھی ہو گیا کہ اس ملک کی سرکاری زبان ہندی' اور رسم الخط دیو ناگری ہوگا - اس فیصلہ کے بعد آردو کے خدمت کرنے والوں نے جو بیانات دئے ہیں اُن کا حوالہ مختصر الفاظ میں ہم یہاں نقل کرتے ہیں - اس سے معلوم ہوگا اس فیصلہ کو آردو والوں نے کس نظر سے دیکھا ہے اور وہ آردو کی آیندہ ترقی کے لئے کیا سوچ رہے ہیں -

اڈیٹر

شری رام ورکش بینی پوری بہار

ہندی کے مشہور و ممتاز ادیب شری رام ورکش بینی پوری (بہار) نے بزم آردو بی - این - کالج پٹنہ کے جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ ,,آردو کو دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی - جب تک میر کی سادگی - غالب کی گہرائی اور اقبال کی بلند فکری موجود ہے -،، شری بینی پوری نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ آردو ادب میں آج کل اس وجہ سے احساس کمتری پیدا ہو گیا ہے کہ بہار کی سرکاری زبان ہندی قرار پا گئی ہے - آنہوں نے کہا کہ ,,میں صاف طور پر کہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندی کے راج بھاشا ہونے کا ہرگز یہہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ کسی دوسری زبان پر حملہ کیا جائے اور اس کو مٹا دیا جائے - اگر ایسا کیا گیا تو میں اسے دنیا کا ایک گھناؤنا پاپ سمجھونگا -،،

,,آردو نے ہندوستان میں جنم لیا - اور ہندو مسلمانوں نے اس کی پرورش میں برابر کا حصہ لیا ہے - اس لئے اس زبان میں میل جول کی روح باقی رہنا چاہئے یعنی اس زبان کو ایسا نہ بنا دینا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے نہ سمجھ سکیں - میں یہہ نہیں چاہتا کہ آردو کا رسم الخط بدل دیا جائے لیکن میں یہہ ضرور چاہونگا کہ اس کے اندر میر کی سادگی باقی رہے -،، آنہوں نے

اس سلسلہ میں اپنا ایک تجربہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اردو بولنے والے گاؤں میں ہندی کے دو ہزار الفاظ عام طور پر بولے جاتے ہیں اور ٹھیک اسی طرح ہندی بولنے والے گاؤں میں قریب قریب دو ہزار فارسی ترکی اور عربی کے الفاظ گھریلو زندگی میں عام طور پر رائج ہیں۔ اسی طرح اردو اور ہندی کے بےشمار الفاظ ایک ہی ہیں جنھیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔

(بلند ۱۶ ستمبر قومی آواز ۱۸ ستمبر)

پنڈت سندر لال جی

ہندی کو قومی زبان نہیں مانا گیا ہے بلکہ حکومت کی (سرکاری) زبان تسلیم کیا گیا ہے جس میں اسکی کامل رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ عام بول چال ہو جسے سب سمجھ سکیں اور اس میں جملہ علاقہ داری ہندوستانی زبانوں سے استفادہ کیا جائے۔ انہی میں سے ایک زبان اردو بھی ہے۔ اس زبان کی ترقی کا دار و مدار اسی پر ہے کہ اسے عام سے عام الفاظ سے سمویا جائے اور اس میں جو قدرتی لوچ ہے اسے ضائع نہ کیا جائے۔

پنڈت جی نے یہ بھی فرمایا کہ ''میرا یقین ہے کہ دیو ناگری رسم الخط چل نہیں سکتا بلکہ اردو ہندوستانی کے لئے ہمیں رومن اختیار کرنا پڑے گا تاکہ ہم بین الاقوامی زبانوں سے قریب تر ہو سکیں اگر رومن رسم الخط میں اردو لٹریچر کی فراوانی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اردو نہ صرف دکن اور ہندوستان بلکہ ساری دنیا کو اپنے دامن میں سمیٹ لے گی''۔

(دکن نیوز اخبار میلسٹ ۲۰ ستمبر)

مولانا نیاز فتح پوری

دنیا میں ہر چیز تقسیم ہو سکتی ہے ہر ملکیت کے حصہ کئے جا سکتے ہیں۔ ہر ترکہ بانٹا جا سکتا ہے لیکن زبان اور کلچر کے ٹکڑے نہیں کئے جا سکتے۔

ہماری سر زمین ہند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور حکومتیں علیحدہ علیحدہ بن گئیں ''اردو'' جو کروڑوں ہندو مسلمانوں کی زبان اور دونوں کے مشترکہ کلچر کی نشانی ہے ہمیشہ ایک ہی رہے گی اردو دونوں کی مشترکہ ملکیت کی حیثیت سے رہی گی۔

اس لئے اگر آج کوئی حکومت اردو کی حمایت کرنے پر تیار نہیں تو اس کے معنی یہ نہیں کہ ہم بھی اس سے بیزار ہو جائیں کیونکہ یہ چیز حکومت کی نہیں ہماری ہے ہماری قومی اجتماعی ملکیت ہے اور جس طرح دوسری ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے ہم حکومت کی امداد سے بے نیاز ہوتے ہیں بالکل اسی طرح ''اردو'' کی حفاظت بھی ہمارا اپنا فرض ہے اور بغیر اس کے کہ ہم حکومت سے شکایت کریں خود ہم کو اس کے بقاء و تحفظ کا انتظام کرنا ہے۔

مولانا نیاز فتح پوری نے اردو کے بارے میں اپنے ایک بیان میں مذکورہ بالا الفاظ کہے۔ آگے چلکر انہوں نے کہا ''ممکن ہے کہ آپ میں سے کسی کو کانگریس کمیٹی کا یہ فیصلہ کہ ہندوستان کی ''قومی'' (۲ اڈیٹر) زبان ہندی ہو گی اور رسم خط ناگری'' ناگوار ہوا ہو۔ لیکن سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں کامیابی کا راز صرف خود اعتمادی ہے اور یہ اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب تمام دوسرے سہارے ختم ہو جائیں پھر اگر اس وقت تک ہم یا آپ اردو کی ترقی کی طرف سے غافل رہے تو اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بڑی حد تک حکومت نے اس کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھی تھی لیکن اب کہ وہ صورت باقی نہیں رہی ہے۔ خود ہم میں تحفظ اردو کا احساس پیدا ہوگا۔ اور یہی ہے بنیاد ''خود اعتمادی'' کی۔ یقیناً اردو لکھنے پڑھنے والا کوئی فرد خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو ہندوستان کا باشندہ ہو یا پاکستان کا) اس کو کبھی گوارا نہ ہوگا کہ اردو زبان اور اردو رسم خط فنا ہو جائے اور اس ایک ذریعہ کو ختم کر دیا جائے جو دونوں قوموں کو ذہنی ثقافتی بلکہ میں تو کہوں گا کہ سیاسی حیثیت سے بھی کسی نہ کسی وقت ایک مرکز پر لا سکتا ہے۔

(قومی آواز)

انجمن کی خبریں

حیدرآباد

حیدرآباد کا جو تعلق انجمن سے ہے وہ بہت قدیم اور گہرا ہے۔ انجمن کے متعلق دہلی کے ہنگامے کے بعد سے حیدرآباد کے حامیان اردو بہت پریشان تھے۔ عام طور پر یہہ خیال تھا کہ انجمن کا سارا ساز و سامان دہلی میں لٹ گیا اور اس لئے اردو کے حامیوں کو یہہ فکر ستا رہی تھی کہ کس طرح اس ادارے کو جس پر حیدرآباد نے لاکھوں روپیہ صرف کیا ہے زندہ کیا جائے۔ اس لئے انجمن کے نئے سکرٹری قاضی عبدالغفار صاحب کا آخر نومبر میں یہاں آنا اور دو ہفتہ قیام کرنا بہت ہی مناسب ہوا۔ قاضی صاحب نے یہاں آتے ہی زبان کے تمام کارگذاروں سے ربط قایم کیا اور ایسے احباب کے اجتماعات میں بار بار انجمن کے حالات اور آیندہ کے لئے اُس کے ارادوں کی وضاحت کی۔ اسی قسم کے دو اجتماع مولوی حبیب الرحمن صاحب، وظیفہ یاب معتمد صنعت و حرفت کے مکان پر ہوئے جن میں ایک سوال یہہ بھی سامنے آیا کہ انجمن کی قدیم شاخ کو جو عرصہ سے بے عمل ہوچکی تھی از سر نو زندہ کیا جائے یا انجمن کی کوئی نئی شاخ حیدرآباد میں قایم کی جائے۔ آخر کار متفقہ طور پر یہہ طے پایا کہ قدیم شاخ کو از سر نو زندہ کیا جائے اور اُس میں نئے عہدہ داروں کا اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ مولوی حبیب الرحمن صاحب کے مکان پر جو فیصلہ کن اجتماع ہوا اُس میں حیدرآبادی شاخ کے نظم کو از سر نو کار آمد بنانے کے مسئلہ پر غور کیا گیا۔ قاضی صاحب نے انجمن کے مقاصد اور اُس کے طرز کار کی پوری طرح وضاحت کی۔ اس رائے سے تمام حاضرین متفق تھے کہ انجمن کے طرز کار میں زمانہ کے نئے تقاضوں کے مطابق کچھ تغیر ضرور ہونا چاہئے۔

چونکہ قدیم شاخ کے معتمد ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اب زیادہ تر علی گڈھ میں مقیم رہتے ہیں اس لئے اُن کی جگہ مولوی حبیب الرحمن صاحب حیدرآباد کی شاخ کے معتمد منتخب کئے گئے۔ اُس کے صدر بدستور نواب اکبر یار جنگ رہے۔ مجلس انتظامی میں بھی متعدد اراکین کا اضافہ کیا گیا۔ خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر یہہ امر ہے کہ انجمن کی حیدرآبادی شاخ کو اب ادارہ ادبیات اردو کا بھی پورا پورا تعاون حاصل ہے اور اُس کے معتمد، ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے بھی اب مجلس انتظامی کی رکنیت قبول کرلی ہے۔ انجمن کے اس شاخ کے لئے یہہ ایک اچھا شگون ہے اس لئے کہ ادارہ ادبیات اردو میں اردو زبان کے بہت سے مخلص کارکن شریک ہیں اور وہ بہت مفید کام کرتے رہے ہیں۔ اُن سب کا جماعتی اور انفرادی حیثیت سے حیدرآبادی شاخ کے ساتھہ تعاون کرنا، حیدرآباد میں انجمن کے کام کا ایک بہت اچھا آغاز ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے دیگر اساتذہ کی شرکت نے بھی انجمن کی شاخ کو زیادہ موثر بنا دیا ہے۔ ابتدائی جلسوں میں پنڈت سندرلال جی نے بھی شرکت کی اور اُن کے مشوروں سے حاضرین نے فایدہ اُٹھایا۔ اُمید ہے کہ اب حیدرآباد میں انجمن کی شاخ اپنے کام کی رفتار کو پہلے سے زیادہ تیز کرسکیگی۔

(نامہ نگار)

بھوپال

انجمن کے سکرٹری قاضی عبدالغفار صاحب حیدرآباد جاتے ہوے بھوپال سے گذرے تو ریلوے اسٹیشن پر مقامی کارکنوں نے اُن سے ملاقات کی۔ انجمن تعمیر ادب کے اراکین کے علاوہ بھوپال کے بعض ترقی پسند ادیبوں نے بھی چند منٹ قاضی صاحب سے تبادلہ خیال کیا اور سب نے وعدہ کیا کہ انجمن کی تحریک پوری قوت سے بھوپال میں جاری رکھینگے۔

(نامہ نگار)

ناگپور

ناگپور کے ریلوے اسٹیشن پر اردو کے کارکنوں کی ایک جماعت قاضی صاحب سے ملنے آئے۔ اُن کا اصرار تھا کہ قاضی صاحب ایک دن ناگپور میں قیام کریں۔ ان احباب نے انجمن کے

آیندہ کاموں کے متعلق کچھ عرصہ تک قاضی صاحب سے گفتگو کی ۔ امید ہے کہ اس گفتگو کے بعد اب ناگپور میں اردو زبان کی تحریک زیادہ قوت حاصل کریگی ۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر قاضی صاحب ایک دو دن کے لئے ناگپور تشریف لے آئے تو زبان کے خادموں اور کارکنوں کی تمام قوتیں مجتمع ہوجائینگی ۔

(نامہ نگار)

انجمن ترقی اردو بنارس

۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۴۹ع کو بنارس میں انجمن ترقی اردو کا قیام عمل میں آیا ۔

صدر ۔ پروفیسر رام کمار صاحب چوبے نائب صدر علامہ مہیش پرشاد، پروفیسر مولانا عنایت الحسن حاجی ولایت حسین صاحب اور ٹھاکر جگدیش پرشاد سنگھ صاحب پرنسپل یوپی کالج بنارس بنائے گئے ۔

ظفر الاسلام صاحب بی-اے جنرل سکرٹری ایس-ایم مستیقم اللہ شیوناتھہ پرشاد صاحبان جوائنٹ سکرٹری منتخب ہوئے ۔ شاہ زمان صاحب خازن مقرر کئے گئے اور اراکین میں شہر کے ہر محلہ کے لائق اور ذمہ دار لوگوں کا انتخاب ہوا ۔

(نامہ نگار)

انجمن ترقی اردو برہان پور

۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۴۹ع کو انجمن ترقی اردو برہان پور سی - پی کی طرف سے ایک غیر طرحی مشاعرہ منڈی اردو اسکول برہان پور میں زیر صدارت مولوی عبدالستار صاحب صدیقی منعقد ہوا ۔ مقامی شعرائے کرام نے اپنا کلام سنایا آخر میں جناب صدر نے ہماری زبان کی اشاعت بڑھانے کی اپیل کی ۔

(حافظ) محمد یوسف

کنوینر انجمن ترقی اردو برہان پور

انجمن کی شاخیں

ملک کے ہر گوشہ سے ہمیں لکھا جارہا ہے کہ انجمن کی شاخوں کے قایم کرنے کی اجازت دی جائے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان کو عزیز رکھنے والے لوگ اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے بیچین ہیں ۔ جب تک شاخوں کے لئے نئے قواعد و ضوابط مرتب ہوں ہم نے ہر خط کا یہی جواب دیا ہے کہ اپنے اپنے مقام پر جماعتی صورت میں کام شروع کر دیا جائے اور اس کا انتظار نہ کیا جائے کہ انجمن کب ان شاخوں کا الحاق کریگی ۔ الحاق تو ایک ضمنی بات ہے ۔ اصل کام تو انجمن کے مقاصد کی تائید ہے ۔ عنقریب کوشش کی جائیگی کہ خاص خاص مقامات پر خود انجمن کے سکرٹری اور دوسرے مقامات پر انجمن کے کوئی نمایندے جائیں اور مقامی اصحاب سے مشورہ کریں اور اس طرح زبان کے ہمدردوں کا ایک ایسا زنجیرہ تمام ملک میں مضبوط کر لیا جائے جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے پوری طرح وابستہ ہوں ۔ جو ہمت افزا پیامات آرہے ہیں ان سے امید ہے کہ انجمن کی یہہ تنظیم تمام ملک میں موثر ہوگی ۔ فوری ضرورت یہہ ہے کہ ملک کے ہر گوشہ میں اخبار "ہماری زبان" پڑھا جائے تاکہ کام کرنے والوں اور زبان کی خدمت کرنے والوں سے مرکز کا اتحاد قایم ہوجائے ۔

انجمن کی کتابیں

انجمن نے جن نئی کتابوں کی اشاعت کا انتظام شروع کیا ہے ان کی نسبت چند اشارے ضروری ہیں ۔

(۱) ایک "اردو - ہندی" اور "ہندی اردو" لغت کے مرتب کرنے کا کام شروع ہوگیا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ آیندہ مارچ یا اپریل تک اس کی ایک جلد ہم شایع کرسکینگے ۔ مقصد

یہہ ہے کہ جو لوگ ہندی نہیں جانتے اور صرف اردو جانتے ہیں یا جو لوگ اردو یا ہندوستانی نہیں جانتے اور صرف ہندی جانتے ہیں انہیں آسانی کے ساتھ اردو اور ہندی کے عام الفاظ مل سکیں۔ ہر لفظ دونوں زبانوں کے رسم الخط میں بھی لکھا جائیگا۔ ہمارا خیال ہے کہ انجمن کی یہہ کوشش یقیناً کامیاب ہوگی اور اس کو عام طور پر پسند کیا جائیگا۔

(۲) اردو ادب لطیف کے میدان میں جو سب سے پہلے آصف علی صاحب (گورنر اوڑیسہ) کا نام لا رہے ہیں۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ آصف علی صاحب ایک نازک خیال شاعر اور ایک سوچنے اور فکر کرنے والے ادیب ہیں۔ سنہ ۱۹۵۰ع میں ہم ان کی دو کتابیں شایع کرنا چاہتے ہیں اور یہہ انجمن کی خوش قسمتی ہے کہ موصوف نے ہمیں اس کی اجازت دیدی ہے۔ پہلی کتاب جو ہم شایع کرینگے ان کا ڈرامہ "باغی یا باغ کی بغاوت" ہے۔ فلسفہ حیات کا یہہ ایک نیا گوشہ ہے جسے ایک نئے انداز سے آصف علی صاحب کے قلم نے پیش کیا ہے۔ دوسری کتاب "پرچھائیں" ہے جو ایک ڈرامائی افسانہ یا افسانوی ڈرامہ ہے۔ اس کتاب میں بھی آصف علی صاحب "رسم و رہ عام" سے ایسا دامن بچاکر گذرے ہیں لیکن ساتھ ہی انہوں نے اپنے تصورات کی نقاشی کا پورا حق ادا کیا ہے۔

(۳) چوتھی کتاب جس کا مسودہ تیار ہے اور عنقریب پریس کو بھیجا جائیگا۔ مہاتما گاندھی کی تحریروں کے ایسے اقتباسات کا مجموعہ ہے جن میں "باپو" نے قومی زبان کے مسئلہ پر اپنے خیالات پیش کئے ہیں۔

(۴) پانچویں کتاب "حیات اجمل" ہے جو حکیم اجمل خان مرحوم کی سوانحعمری ہے اور قاضی عبدالغفار صاحب نے اسے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کا پیش لفظ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم کا ایک لازوال نقش ہوگا۔ یہہ سوانحعمری درحقیقت سیاسی جدوجہد کے ایک نہایت اہم دور کی تاریخ بن گئی ہے۔ امید ہے کہ اس کا ایک ہندی ایڈیشن بھی شایع کیا جاسکیگا۔

ان کتابوں کے علاوہ متعدد کتابیں اشاعت کے لئے تیار ہیں۔ تالیفات اور تعارف کے لئے بہت سے موجودہ مسودات میں سے ہمیں "خوب سے بھی خوب تر" کی تلاش ہے۔ ہر حالت میں جو مسودات پسند کئے جائینگے ان کا معقول معاوضہ پیش کیا جائیگا۔

Roman likhawat aur Hindustani zaban.

Shree D. Rajan "Naya Hind" mein likhtey hain :—

"Ajkal raj bhasha aur rashtrya bhasha ke nam se bahs mubahesa zor se chal raha hai. Raj bhasha jo bhi ho per sanskrit ya hindi premion ki rae le ker hindi ko nagri lipi mein qaumi zaban manna theek nahien hai. Gandhiji ke usool ke mutabiq nagri aur urdu harfon ko apnaker hindustani hi ko rashter bhasha banana behter hai. Aap logon ki bhasha mein thait sanskrit va arabi ke shabd nahein pae jatey. Jo bhasha rozmarra ki zindgi mein chalu hai wahee hamari rashter bhasha ho sakti hai.

Ziadater thait hindi ke premee josh mein aaker bhasha mein jo asan lafz hain unhein nikalker uske badle kathin sanskrit ke shabdon ko zabardusti thoosna pasand karte hain. muslun : "under jana manaa hai" iske liey "unter pervesh vergit" kahna pasand karengey. "Under jana manaa hai" yeh asan hindi bhi hai aur urdu bhi. Is liey woh hindustani bhi hai. Asan shabd ke badley kathin shabd ko thoosney walon ki halat per hamein taras ata hai ....

Hindustani mein hindi kavitaon aur urdu shaaeri ko milaker sone mein sogandh lana hai. Babu Pershotam Das Tanden aur U. P. ke pardhan mantri ki bhasha mein sanskrit hi ki bharmar hai aur asani se samajh mein nahien aatee. Hamare Wazeer Azam Pandit Jawahar Lal Nehru ki bhasha sunney se waqaee hamein braa anand ataa hai aur unki bhasha mein sajeota pai jaree hai. Is liey Pandit Nehru jo bhasha boltey hain wahi hamari rashter bhasha ho sakti hai .... Hindustani key khilaf awaz uthana Gandhiji ke usool ke khilaf awaz uthane ki baraber hai .... Asan rastey ko chhor ker chhtween sadi ki taraf murna hansi ki bat hai .... Raj bhasha jo kuchh bhee ho hamari rashter bhasha wahee honi chahiey jo Gandhiji chahtey they."

Ooper ki likhawat mein jo ghaltiaan hone woh hamare parhney waley hamain zaroor bataaine.

(Hamari Zaban).

فہرست دظما انجمن ترقی اردو (ہند)

۱ – ڈاکٹر ذاکر حسین خان وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی ۔ علیگڈھ ... صدر

۲ – نواب حافظ احمد سعید خان صاحب، علیگڈھ ... رکن

۳ – ڈاکٹر تارا چند ۔ وزارت تعلیمات ۔ نئی دہلی ... ،،

۴ – پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی ۔ ۱۷ علی پور روڈ ۔ دہلی ... ،،

۵ – عبدالرحمن صدیقی صاحب ۔ ایسٹرن فیڈرل یونین انشورینس کمپنی دلہاوزی اسکویر ۔ کلکتہ ... ،،

۶ – کرنل سر کیلاش نراین ھکسر ۔ کلکتہ ... ،،

۷ – نواب علی یاور جنگ ۔ وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی ۔ حیدرآباد ... ،،

۸ – افضل العلما ڈاکٹر محمد عبدالحق ۔ پرنسپل پریسیڈینسی کالج ۔ مدراس ... ،،

۹ – ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ۔ ۲۲ (اے) میور روڈ ۔ الہ آباد ... ،،

۱۰ – مولانا سید سلیمان ندوی ۔ دارالمصنفین ۔ اعظم گڈھ ... ،،

۱۱ – مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی ۔ دریاباد ضلع بارہ بنکی ... ،،

۱۲ – نواب صدریار جنگ ۔ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی ۔ علیگڈھ ... ،،

۱۳ – ڈاکٹر سید عابد حسین ۔ جامعہ ملیہ ۔ جامعہ نگر ۔ دہلی ... ،،

۱۴ – پروفیسر رشید احمد صدیقی ۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ ... ،،

۱۵ – سید بشیر حسین زیدی صاحب ۔ رامپور ... ،،

۱۶ – پنڈت سندر لال صاحب ۔ ۳۰ (اے) ھنومان روڈ ۔ نئی دہلی ... ،،

۱۷ – ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی ۔ ویسٹرن کورٹ ۔ نئی دہلی ... ،،

۱۸ – سر تیج بہادر لال ۔ ۲۰ کرزن روڈ ۔ نئی دہلی ... ،،

۱۹ – خواجہ غلام السیدین صاحب ۔ ایجوکیشنل ایڈوایزر ۔ بمبئی ... ،،

۲۰ – پنڈت کشن پرشاد کول صاحب ۔ گنگا پرشاد میموریل لائبریری ۔ امین آباد ۔ لکھنؤ ... ،،

۲۱ – پنڈت آنند نراین ملا صاحب ۔ ایڈوکیٹ ۔ لکھنؤ ... ،،

۲۲ – سید مسعود حسن رضوی صاحب ۔ یونیورسٹی ۔ لکھنؤ ... ،،

۲۳ آل احمد سرور صاحب ۔ یونیورسٹی ۔ لکھنؤ ... ،،

۲۴ – ماشی مہیش پرشاد صاحب ۔ ہندو یونیورسٹی ۔ بنارس ... ،،

باہتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلیشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علیگڈھ سے شائع کیا ۔